وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

سلسلۂ حالاتِ نظربندانِ اسلام

نمبر ۳

شیخ الہند

حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ محدّث دیوبندی

کے

مختصر سوانح و حالاتِ اسیری

جو

صدر دفتر

انجمن اعانتِ نظربندانِ اسلام دہلی نے شائع کیا

طبع اول دو ہزار

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ [illegible] چھپا

قیمت ۸/

کون ہے جو آج اپنے خدا کو قرض دے؟

نظربندانِ اسلام کی مالی اعانت

کے لیے ایک سرمایہ قایم کیا گیا ہے فدائیانِ اسلام و محبانِ ملت اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اگر ہر شخص ارادہ کر لے کہ وہ ہر روز صرف ایک پیسہ اپنے نظربندوں کے لیے دیا کریگا۔ تو روزانہ کروڑہا پیسے جمع ہو سکتے ہیں!

آپ جو کچھہ جمع کرسکیں

انجمن کے خزانچی عبدالرحمن بی اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل دہلی کے پتہ پر بھیجدیں کہ یہ کام نہ ہمارا ہے نہ آپ کا، نہ نظربندوں کا بلکہ خدا کا کام ہے!

الملتمس

ڈاکٹر مختار احمد انصاری ڈاکٹر عبدالرحمان

سکریٹریان انجمن اعانت نظربندانِ اسلام (دہلی)

الابراجعی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ایک مقدس بزرگ

حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب محدث دیوبندی دامت برکاتہم

دیوبند کے ایک معزز باوقار شریف علمی خاندان کے ممتاز رکن ہیں۔ آپ کے والد محترم

جناب مولانا مولوی ذوالفقار علی صاحب مرحوم ومغفور بڑے جید عالم ادبیات میں

یگانہ روزگار تھے ہمیشہ علمی خدمات میں مشغول رہے اور بیش بہا علمی ادبی تصنیفات

اپنی بہترین یادگار چھوڑ گئے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب کے چار صاحبزادے تھے۔

جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ مولانا حامد حسن صاحب

مولانا حکیم محمد حسن صاحب۔ مولوی محمد حسن صاحب۔ مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم۔

چاروں بھائیوں میں بڑے ہیں۔ خدا کی خاص رحمت اور نظر عنایت سے چاروں

بھائی اہل علم و فضل تھے ان میں سے مولانا حامد حسن صاحب انتقال فرما گئے اور تین

بھائی اب تک زندہ سلامت موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے اپنے فاضل بزرگوار والد کی آغوش تربیت میں

پرورش پانے کے بعد ہندوستان کے مسلّم بزرگ متبحر عالم قدوۃ الکل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں علوم دینیہ کی تحصیل شروع کی اور اپنی جبلی ذکاوت اور ازلی سعادت اور محترم استاد کی شفقت سے علوم عقلیہ اور فنون نقلیہ میں اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کر لی۔ برسوں استاد کی خدمت میں رہے اور ان کی ایسی خدمت کی کہ ابنائے زمانہ تعجب کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ حضرت نانوتوی کے شاگردوں میں بڑے بڑے فاضل اور باکمال لوگ پیدا ہوئے مگر مولانا محمود حسن صاحب کی سی وسعت نظری علوم نقلیہ و عقلیہ کی مہارت و دقایق رسی، نکتہ سنجی، معارف شناسی کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

تحصیل علوم سے فراغت پاتے ہی درس و تعلیم کی خدمت شروع کر دی اور دیوبند کی مشہور و معروف بلکہ ہندوستان کی ممتاز علمی درسگاہ یعنی دارالعلوم دیوبند میں تقریباً چالیس برس تک نہایت استقلال و یکسوئی، صدق نیت اور اخلاص سے علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عظمت اور شہرت اوس کے مقدس سرپرستوں حضرت مولانا نانوتوی و حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہما کی توجہ باطنی کے بعد صرف اون کے سچے باکمال جانشین یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے خلوص کی برکت اور اون کے کمال تبحر کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اگرچہ آپ کو تمام علوم میں مہارت تامہ تھی مگر خاص فن حدیث میں تو آپ کے فضل و کمال کا آوازہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچکر دوسری ولایتوں میں بھی گونج رہا تھا۔ روس و ایران و فارس و عرب و ترکستان وغیرہ وغیرہ سے

طالب علم صرف حضرت مولانا کی خدمت میں حدیث پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے اور فن حدیث کے بیش بہا انمول جواہرات سے دامن مقصود بھر لیجاتے تھے۔ بہت سے ذکی اور مستعد طالب علم مختلف ملکوں کے مشہور اساتذہ کی خدمتوں میں پہنچنے کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت مولانا کی زبان فیض ترجمان سے احادیث نبویہ کے معانی و مضامین سُن کر نہایت نیک نفس اور سچے دل سے اعتراف کرتے کہ مولانا جیسا فاضل اور باکمال عالم اس وقت دنیا میں موجود نہیں۔ مختلف ملکوں میں تو آپکے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد معلوم ہونا بہت مشکل ہے لیکن ہندوستان میں آپکے بلاواسطہ شاگرد ہزاروں کی تعداد میں اور بالواسطہ یعنی شاگردوں کے شاگرد پچیس تیس ہزار سے کم نہوں گے۔ ہندوستان کی کوئی علمی درسگاہ ایسی نہ ہوگی جس میں حضرت مولانا کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد مسند درس و تعلیم پر متمکن نہ ہوں۔

آپکے خاص شاگرد مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی خاص حرم مسجد نبوی میں علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے اور حرم نبوی کے علماء و مدرسین میں ممتاز درجہ رکھتے اور نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور گویا اس طرح حضرت مولانا کا علمی فیض خاص حرم نبوی میں بھی تشنگان علوم کو سیراب کر رہا تھا۔

مدرسہ عالیہ دیوبند کے موجودہ مدرسین میں اکثر حضرت مولانا کے شاگرد یا فیض یافتہ ہیں۔ جناب فاضل اجل مولانا مولوی انور شاہ صاحب جو ایک باکمال عالم ہیں اور اسوقت مدرسہ دیوبند میں صدر مدرس کی خدمت انجام دے رہے ہیں حضرت مولانا ہی کے روحانی فرزند اور خاص تربیت یافتہ ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب شمس العلماء مولانا مولوی حافظ محمد احمد صاحب یوں تو اس وجہ سے کہ وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں مولانا کے مخدوم زادہ ہیں لیکن نہ صرف اس طور پر وہ بھی حضرت مولانا کے فیض تربیت کے زیر بار احسان ہیں۔ مولانا نے باوجود اس کے کہ حافظ صاحب اون کے تربیت یافتہ اور شاگرد تھے صرف مخدوم زادگی کی وجہ سے ہمیشہ اُن کی وہ عزت کی جو ایک لائق شریف النفس شخص اپنے استادوں یا استادزادوں کی کرتا ہے۔

غرضکہ ہندوستان کا تمام علمی طبقہ تقریباً ۳/۴ مولانا سے ہی فیض یافتہ ہے اور اس طرح اگر یہ کہا جائے کہ آپ تمام ہندوستان کے علمی طبقہ کے سوار اور مشیر ہیں تو بالکل بے جا نہ ہو گا کیونکہ جو لوگ آپ سے بواسطہ یا بلاواسطہ مستفید بھی نہ ہوں وہ بھی آپکے تبحر اور کمال کے بصدق دل معترف ہیں الا شرذمۃ قلیلۃ لا اعتداد بھم۔

حضرت مولانا کی علمی روش وہی تھی جو دہلی کے مشہور و معروف اور ہندوستان کے ممتاز علمی خاندان یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و حضرت شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہما کی تھی اور آپ کا علمی سلسلہ اسی خاندان تک منتہی ہوتا ہے۔

علوم ظاہریہ کے اِس بے نظیر کمال کے علاوہ آپ علوم باطنیہ میں بھی شیخ کامل کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور علوم ظاہریہ کی تعلیم و تدریس کے علاوہ طالبان حق کی تلقین و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ملکات نفسانیہ کی تہذیب اور اصلاح قلوب بھی ہمیشہ فرماتے رہتے تھے۔ مسلمان آپ کی زیارت کو غنیمت اور خدمت کو ذخیرۂ آخرت سمجھتے اور آپ کا فیض صحبت حاصل کرنے کے لیے تمام اقطاع ہندوستان سے

دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور کفش برداری کو فخر اور وسیلہ سعادت خیال کرتے۔ دن میں حضرت اقدس حدیث وتفسیر کی تعلیم میں مشغول رہتے تو رات کو خدا کے سامنے کھڑے ہو کر خشوع وخضوع تضرع ومناجات میں گذارتے۔ دنیا کی لذت راحت، زینت کا کبھی خیال نہ فرماتے ہمیشہ سادگی اور زہد کے ساتھ زندگی گذارتے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ باوجود ان تمام کمالات کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ ادنے مسلمان سے اپنے آپ کو حقیر سمجھتے اور ہر شخص کے ساتھ بحال تواضع وانکسار پیش آتے۔ آپکے حسن اخلاق اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے کی وجہ سے ادنے سے ادنے شخص بھی یہ کہتا کہ مولانا کو سب سے زیادہ میرے ساتھ تعلق اور محبت ہے۔ مہمان نوازی آپ کا ایک خاص امتیازی وصف تھا۔ مہمانوں میں ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور حضرت مولانا بنفس نفیس تمام مہمانوں کی خدمت کرتے، کھانا کھلاتے۔ خود اون کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اون کے سونے کے لیئے انتظام فرماتے اور ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھتے بسا اوقات اپنے شاگردوں اور مریدوں کے لیئے بھی (جو بطور مہمان ہوتے) اون کے سوجانے کے بعد سرہانے استنجے کے ڈھیلے اور پانی کا لوٹہ بھر کر رکھدیتے۔

الغرض علم وفضل۔ زہد وتقوے۔ صبر وقناعت۔ حلم وتواضع اخلاص وعبادت۔ استقلال واستقامت آپکے ایسے اوصاف ہیں جو مثل دوپہر کے آفتاب کے روشن ہیں۔

آپ کی تمام عمر خلق خدا کی خدمت میں گذری اور آپ کی ذات ستودہ صفات

تمام اوصاف حسنہ کا مجسم نمونہ ہے آپ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے
سچے مصداق نیابت رسول کے واقعی مظہر حاملین شریعت مطہرہ کے حقیقی
افسر ہیں۔

ایسے اکابر فدائے ملت کو بموجب فرمان نبوی لا یومن احدکم
حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین بارگاہ رسالت
کے ساتھ جس قدر عشق ہوا روضہ انور کی جاروب کشی کے ساتھ جس قدر شغف
ہو تھوڑا ہے اس لئے باوجودیکہ کئی مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہو چکے تھے
مگر خانہ خدا کی جاروب کشی اور روضہ انور کی خاک بوسی کا شوق آپ کے دل کو
ہمیشہ بے چین رکھتا تھا۔

اسی غلبہ شوق کی وجہ سے آپ نے ۱۳۳۲ھ ہجری میں زیارت حرمین شریفین
کا ارادہ کیا لیکن اس خیال سے کہ اگر آپ کے باطنی فرزندوں یعنی شاگردوں اور
عقیدت مندوں کو اس سفر کی اطلاع ہوگی۔ تو ہزارہا آدمی زیارت اور خدمت کے
لئے حاضر ہوں گے۔ اور ان کی یہ تکلیف آپ کو گوارا نہ تھی آپ نے سوائے چند خاص
خاص لوگوں کے کسی پر اپنا ارادہ ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ روانگی میں بہت
تھوڑے دن باقی رہ گئے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں کو خبر ہونے لگی جس کو
خبر ہوئی وہ دیوبند حاضر ہوا۔ تقریباً روانگی سے ایک ہفتہ پیشتر سے روزانہ
دولت خانہ پر سو پچاس آدمیوں کا ہجوم ہونے لگا۔ اور عین روانگی کے دن تو سینکڑوں
آدمی دیوبند اور دہلی کے درمیانی اسٹیشنوں پر بھی آکر مل گئے۔ دہلی کے اسٹیشن
پر ایک بڑا مجمع ساتھ تھا۔ اسی درمیان میں نہ معلوم کس نے اور کس طرح یہ شہرت

اوڑادی کہ مولانا ہجرت کرکے تشریف لیئے جارہے ہیں اس خیال سے بہت سے خادم بے چین ہوگئے اور حضرت سے دریافت کیا کہ کیا حضور والا ہجرت کی نیت سے تشریف لیئے جارہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھائی میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی ہے۔ ہاں ایک سرسری خیال دل میں ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو کچھ عرصہ تک خانۂ خدا کی جاروب کشی اور روضۂ مطہرہ کی خاک بوسی سے مشرف رہوں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس ارادے اور خیال سے کب تک قیام کروں گا کیونکہ آب وہوا کی موافقت یا مخالفت اسباب کی مساعدت ایسے امور ہیں کہ ان کے مستقبل کا کسی کو علم نہیں خدا جانے کیا ہو۔ حضرت اقدس کی اس تقریر سے لوگوں کو اطمینان ہوا اور ہجرت کے ارادے سے جانے کا خیال دلوں سے دور ہوگیا۔ دیوبند کی گاڑی ۴ بجے صبح کے دہلی پہونچی تھی اور دہلی سے بمبئی کی گاڑی ۷ بجے روانہ ہوتی تھی ۳ گھنٹے کے درمیانی وقفہ میں دہلی کے سینکڑوں آدمی اسٹیشن پر جمع ہوگئے اور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اقدس سے اپنے لیئے دعا کرائی اور حضور والا کے بخیریت پہونچنے اور بعافیت واپس آنے کیلئے رو رو کر دعائیں کیں۔

سات یا ساڑھے سات بجے گاڑی روانہ ہوئی۔ حضرت اقدس خدا حافظ کہہ کر بمبئی روانہ ہوئے اور سینکڑوں خدام باچشم گریاں ودل بریاں اپنے اپنے مقاموں کو واپس ہوئے۔

سفر حجاز کی پوری مصاحبت کا ارادہ رکھنے والے تین شخص آپ کے ہمراہ تھے مولوی عزیز گل صاحب۔ مولوی حاجی خان محمد صاحب۔ اور سید ہادی حسن صاحب خان جہانپوری ان کے علاوہ مولوی وحید بھی تھے جو مولوی حسین احمد صاحب کے بھتیجے ہیں اور ان کا خاندان

مدینہ طیبہ میں مہاجرانہ اقامت رکھتا ہے مولوی وحید بھی مدینہ طیبہ سے
صرف تحصیل علم کی غرض سے ہندوستان آئے ہوئے تھے اور حضرت اقدس
کی خدمت میں تحصیل علم میں مصروف تھے اور اب اپنے دار الہجرت کو واپس
جانے کے ارادہ سے حضرت مولانا کے ہمراہ تھے۔ دہلی سے روانگی کے بعد مولانا

بعض احباب کے اصرار سے سلام اُترے اور ایک شب و روز قیام فرما کر بمبئی
روانہ ہوئے۔ بعض شاگردوں اور ارادت مندوں کے بے حد مگر مودبانہ اصرار سے
سورت اُترے اور غالباً دو تین روز اطراف سورت میں قیام فرما کر بمبئی پہونچے
بمبئی میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب و جناب مولوی محمد سہول صاحب
بھاگل پوری و جناب مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب و جناب مولوی محمد میاں
صاحب بھی بارادہ حج بیت اللہ پہونچ چکے تھے۔ جہاز کی روانگی میں شاید ایک
روز ہی باقی تھا کہ حضور والا بمبئی پہونچے۔ عازمان حجاز جہاز کے ٹکٹ لے چکے
تھے دوسرے دن تمام قافلہ روانہ ہو گیا۔

مکہ معظمہ پہونچکر خانۂ خدا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حج بیت اللہ
کے ارکان ادا کرنے لگے۔ حاجی خان محمد صاحب جو حضور والا کے خاص خادم
اور جان نثار ارادت مند تھے بیمار ہوئے اور ایام حج ہی میں انتقال فرما
گئے۔ حج سے فارغ ہو کر مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب نے واپسی کا ارادہ
کیا اور مکہ معظمہ ہی سے واپس چلے آئے باقی ہمراہیان و حضرت مولانا
مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور سید الکونین رسول الثقلین کی زیارت سے

مشرف ہوئے پھر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب و مولوی محمد سہول صاحب و مولوی محمد میاں صاحب وغیرہ غالباً ساتھ ساتھ تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم غالباً مدینہ منورہ میں برائے چندے ٹھیر گئے۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی وہیں قیام فرمایا اثنا سال میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے غرضکہ حضور اکرم سرور نبی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی خاک بوسی اور خانۂ خدا کی جاروب کشی جو ان مقدس نفوس کا مقصد اعلیٰ اور قیام حجاز سے مقصود اہم تھا اُسی میں مشغول رہ کر باطمینان و سرور قلب دن گذارتے تھے۔

غالباً شعبان ۱۳۳۴ھ میں شریف مکہ نے سلطان المعظم سے بغاوت کی اور مکہ معظمہ کے اطراف میں لڑائی شروع ہوگئی۔ اِس بغاوت کی وجہ سے مکہ معظمہ میں اسباب معیشت کی سخت گرانی ہوگئی نیز موسم کی گرمی اس شدت کی پڑی کہ ناقابل برداشت ہوگئی ان وجوہ سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے واپسی کا ارادہ کیا اور آخر شوال یا اوائل ذیقعدہ میں وہاں سے روانہ ہوکر وسط ذیقعدہ میں بمبئی پہونچ گئے۔ مولانا خلیل احمد صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر مدرس ہیں اور نہایت معمور الاوقات ذاکر شاغل بزرگ ہیں۔ آپ اسی ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے کچھ روز قبل حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ دس گیارہ مہینے حجاز میں قیام فرماکر آپ واپس تشریف لائے تھے۔

واپسی میں آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب اور سید ہادی حسن صاحب بھی تھے۔ بمبئی پہونچتے ہی مولانا کو سرکاری طور پر روک لیا گیا اور پولیس افسروں اور انتظامی حکام نے مولانا کے اظہار اور بیان لیے اور تک دو

روانگی کی شکل میں مگر یہ سوچ کر کہ آپ کو معہ ہمراہیان کے گورنمنٹ نینی تال
ہوگا مولانا نے نہایت اطمینان قلب کے ساتھ احکام گورنمنٹ کی تعمیل منظور فرمائی
چنانچہ سرکاری نگرانی میں آپ معہ ہمراہیان نینی تال کو روانہ کیے گئے۔

سہارنپور اور دیگر مقامات سے کچھ لوگ مولانا کے استقبال کے لیے
بمبئی اور بہت سے اثنائے راہ دہلی وغیرہ اسٹیشنوں پر حاضر ہوئے تھے وہ سب
یہ معلوم کر کے بے چین ہو گئے۔ کیونکہ مولانا ایک خلوت نشین زاہد اور سیاست
(پولیٹکس) سے بالکل اجنبی زندگی بسر کرنے والے شخص تھے۔

مولانا معہ ہمراہیان کے نینی تال پہونچے ممالک متحدہ کی گورنمنٹ کی
جانب سے مولانا کے قیام وغیرہ ضروریات کا بندوبست کر دیا گیا اور جناب
کر سید ہادی حسن صاحب کو علیحدہ رکھا گیا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سے نینی تال
میں متعدد مرتبہ بیان لیے گئے۔ اور ان کے قیام نینی تال کا سلسلہ بہت
دراز ہو گیا مولانا کے خدام اور مریدین اور شاگرد جو ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان
کے مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس بے موقع اور بے وجہ نظر بندی
سے بے چین تھے مگر جیسا کہ مسلمانوں کا قومی اور مذہبی شعار ہے انہوں نے
کسی بے قاعدگی اور خلاف آئین طرز عمل کا اظہار نہ کیا اور نہایت صبر و استقلال
سے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور نتیجہ کا انتظار کرتے رہے۔

مولانا کے اس طویل قیام نینی تال کے زمانہ میں حکام نے کیا تحقیقات
کی اور مولانا سے کس قسم کے سوالات کیے گئے اور کیا کیا باتیں دریافت کی گئیں اور
مولانا نے کیا بیان فرمایا یہ تمام واقعات ہمیں معلوم نہیں اور نہ گورنمنٹ کی جانب

سے اِس عجیب غریب نظر بندی کے وجوہ بتلائے گئے۔ غرضکہ یہ تمام باتیں ابتک تاریکی میں ہیں جن پر کسی قسم کی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ ہاں مولانا خلیل احمد صاحب کی ایک تقریر سے جو آپ نے جلسہ منعقدہ ۱۰ راکتوبر ۱۹۱۶ء میں فرمائی تھی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طلبی اور نظر بندی صرف اشتباہ کی بنا پر تھی جو کسی مخالفانہ خبر رسانی سے گورنمنٹ کو پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا خلیل احمد صاحب ابھی نینی تال میں ہی تھے کہ گورنمنٹ نے مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب کو دفعۃً اونکی جائے ملازمت (غالباً لکھنؤ) سے نینی تال بُلایا اور اُن کے اظہار و بیانات لیے گئے۔ سید ہادی حسن صاحب کے بھی جداگانہ بیان لیے گئے مولانا خلیل احمد صاحب تقریباً اٹھارہ بیس روز نینی تال میں اسی حالت نظر بندی میں رہے بالآخر شمس العلما مولوی حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند و مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دیو بندی وغیرہ معلوم نہیں کہ باشارہ گورنمنٹ یا از خود نینی تال گئے اور مولانا خلیل احمد صاحب اور اون کی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب و مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب اونکی ہمراہی میں باجازت سر جیمس مسٹن بہادر تشریف لائے مگر سید ہادی حسن صاحب کو روک لیا گیا۔ اور پھر ایک عرصہ کی نظر بندی کے بعد رہا کیا گیا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے متعلق روانگی حجاز تک گورنمنٹ کی جانب سے کسی غیر معمولی دیکھ بھال کا کسی کو علم کیا وہم بھی نہ تھا جہاں تک ہمارا خیال ہے صوبہ کی گورنمنٹ یا گورنمنٹ آف انڈیا کے عمال و ارکان کو حضرت اقدس کے متعلق اُس وقت تک اشتباہ کی کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ اس کا بیّن قرینہ یہ ہے کہ

مولانا خلیل احمد صاحب سے تو روانگی حجاز کے وقت بمبئی میں ہی گورنمنٹ نے پوچھ
لی تھی کہ آپ حجاز کو کیوں جاتے ہیں اور کس ارادہ سے جاتے ہیں اور
ہجرت کا قصد ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ مگر حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے
اس قسم کے سوالات کی بھی حاجت نہیں سمجھی گئی حالانکہ مولانا محمود حسن صاحب مولوی
خلیل احمد صاحب کے بعد بمبئی پہونچے تھے اور مولوی خلیل احمد صاحب سے سوالات
و تحقیقات پہلے ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ مولانا سے اس قسم کی تحقیقات نہ کرنا
اس امر کی صاف دلیل ہے کہ گورنمنٹ کو ان کے عزم کے متعلق کوئی شبہہ
نہ تھا اور جیسے کہ عام طور پر اہل اسلام اداے فریضہ حج کے لیے جاتے ہیں مولانا
کا سفر حج بھی ایک خاص اسلامی مذہبی سفر سمجھا گیا اور کسی قسم کی تحقیقات یا گرفت
نہیں کی گئی۔

مولانا محمود حسن صاحب کو ہندوستان چھوڑے ہوئے ایک سال گذر گیا
سال بھر کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کی واپسی پر ان کے ساتھ مذکورہ بالا
واقعہ پیش آیا معلوم نہیں کہ مولانا خلیل احمد صاحب کے اس واقعہ کے نتیجہ کے طور
پر یا اور کسی جہت سے حکام گورنمنٹ کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت فیوضہم
جیسے مقدس بزرگ، پاکباز، صاف باطن، فدائے ملت، زاہد و مخلص بے ریا
کی پاک ہستی کے متعلق کچھ اشتباہ پیدا ہو گیا اور اسی وقت سے یہ مسلسل واقعات
شروع ہو گئے۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

مولوی خلیل احمد صاحب و مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب کی رہائی کے بعد مولوی
مرتضیٰ حسن صاحب مراد آباد سے بلائے گئے اور ان کے اظہار لیے گئے مولوی

محمد سہول صاحب کے مقامی طور پر کلکتہ میں اظہار لیئے گئے۔ مولوی محمد حنیف صاحب (جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے داماد اور بھانجے ہیں) بلائے گئے اور اُن کے اظہار لیئے گئے۔ الغرض کئی مہینے تک یہ سلسلہ برابر قایم رہا۔

مولوی مسعود صاحب (جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے داماد اور بھانجے ہیں) ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں حج کو گئے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے۔ کہ بمبئی میں اونہیں روک لیا گیا اور وہیں سے زیر نگرانی الٰہ آباد پہونچائے گئے اور طویل عرصہ تک وہاں رکھے گئے اظہار لیئے گئے اور افواہاً سنا گیا کہ اون پر بہت سختی کی گئی اور تکلیف پہونچائی گئی، تقریباً ایک مہینہ کے بعد اونہیں گھر جانے کی اجازت دیگئی۔

حافظ جلیل صاحب حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے خاص خادم ہیں اونکو دیوبند سے پولیس افسر آکر لے گیا اور کئی دن رکھا اور اظہار و بیان لیکر رہائی دی گئی ان لوگوں کے علاوہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے محررہ ذیل کثیر التعداد اصحاب کے مقامی طور پر اظہار اور بیانات لیئے گئے ہیں:۔

جناب حکیم عبد الرزاق صاحب (دہلی) مولوی محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم (دہلی)، (یہ مولانا مولوی محمود حسن صاحب کے داماد ہیں)، مولوی حافظ محمد احمد صاحب شمس العلما مہتمم دار العلوم دیوبند۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دار العلوم دیوبند۔ مولوی سراج احمد صاحب مدرس دار العلوم دیوبند مولوی حکیم محمد حسن صاحب برادر حقیقی حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ مولوی محمد محسن صاحب برادر حقیقی حضرت مولانا ممدوح۔ مولوی ظہور محمد صاحب مدرس مدرسہ رڑکی ضلع سہارنپور

مولوی محمد میاں صاحب۔ حافظ امداد حسین صاحب دہلی ساکن سہارنپور۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی اہلیہ محترمہ۔ ورصاحبزادیوں کے بیانات بھی کمیشن نے دولت خانہ پر حاضر ہو کر لیے۔ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔ مولوی شبیر احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مولوی شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری۔ مولانا مولوی نواب محمد احمد خان صاحب مرادآبادی قاضی ریاست بھوپال و دیگر اشخاص۔

ان طلبیوں۔ اظہاروں اور محدود نظر بندیوں کے علاوہ بہت لوگوں کی تلاشیاں بھی ہوئیں مثلاً جناب حکیم عبدالرزاق صاحب کی دہلی میں۔ حاجی احمد مرزا صاحب فوٹوگرافر کی دہلی میں۔ سید نورالحسن صاحب کی بیٹی حضرت منظر مظفر سید ہادی حسن صاحب کی خانجہاں پور میں۔ مولوی محمد میاں صاحب کی رانڈیر میں مولوی حمداللہ صاحب کی پانی پت ضلع کرنال میں وغیرہ وغیرہ

جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے کسی تلاشی میں کوئی ایسی چیز پولیس کے ہاتھ نہیں آئی جو اشتباہ پیدا کرسکے۔ مولوی حمداللہ صاحب پانی پتی کو نظر بند بھی کردیا گیا ہے اور اب تک اُسی حالت نظر بندی میں مقام موگہ (پنجاب) مقیم ہیں

اسی ۱۳۳۴ہجری کے حج سے مولوی عبدالحنان صاحب ہزاروی واپس آئے تو اون کو دہلی میں حکام سی۔ آئی۔ ڈی نے بلا کر کئی روز تک محدود نظر بندی کی حالت میں رکھا اون کے مکان کی تلاشی بھی لی۔ اور متعدد مجلسوں میں بیانات لے کر بالآخر رد کردیا۔

الغرض یہاں تو یہ واقعات پیش آئے کہ حال گورمنٹ نے یہ معلوم

اس مرزغوبسانی کے اعتماد پر لوگوں کو بلا کر یا مقامی طور پر اظہار و بیانات لینے کا طویل سلسلہ قائم کر دیا اور تلاشیاں سے کر اور نظر بندی کے احکام جاری کرکے ایک بے چینی پیدا کر دی۔ ادھر حضرت مولانا محمود حسن صاحب پر کیا گزری اوسکی مختصر سرگذشت جو ہمیں متعدد حجاز سے واپس آنے والوں کے ذریعہ سے معلوم ہوئی حسب ذیل ہے:-

حرم خدا کی توہین اور ایک مقدس بزرگ کی معہ رفقا گرفتاری

حضرت مولانا جوار بیت اللہ میں مقیم تھے خدا کے پاک گھر کی زیارت اور حرم کعبہ میں نماز و عبادت۔ آستانہ رب العالمین پر جبہ سائی۔ تضرع و مناجات اور فارغ اوقات میں تعلیم و تدریس آپکے روزانہ مشاغل تھے۔ ایک پاک ہستی اور وہ بھی مولانا جیسی خدمت مولانا زندگی۔ بسر کرنے والے کے یہی مشاغل ہوسکتے ہیں مولانا باطمینان قلب و سرور خاطر فارغ البال ایام زندگی بسر کر رہے تھے کہ یکا یک حوادث نے ایک عجیب سانحہ پیدا کیا۔

وہ یہ کہ ایک خان بہادر مبارک علی خان صاحب جو اطراف دکن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ پہونچے اور اپنے بعض مددگاروں کی اعانت و امداد سے شریف مکہ کے دربار تک رسائی حاصل کی اور پھر ایک فتویٰ مرتب کرایا جس میں شریف مکہ کے تابل نفرت فعل، سلطان المعظم سے بغاوت، کی تحسین

مولانا کا عذر نہایت صحیح اور معقول تھا مگر جن لوگوں کے یہاں ضمیر فروشی ہی معراج ترقی سمجھی جاتی ہو اور احکام شریعت حقّہ کی خلاف ورزی ہی مرقاۃ کمال ہو اُن کے ضمیر اس جواب سے کب مطمئن ہو سکتے تھے

قاری عبدالحق صاحب اور سید احمد صاحب دوکاندار مکہ یہ دونوں صاحب خان بہادر کے مددگار تھے۔ تینوں کے دل میں مولانا کے عذر و انکار کی وجہ سے عداوت بیٹھ گئی اور اونھوں نے شریف مکہ کے دربار میں مولانا کے خلاف خفیہ مخبری شروع کر دی خان بہادر صاحب تو وہ فتویٰ لے کر چلے آئے مگر ان کے قائم مقاموں اور مددگاروں نے نہ معلوم مولانا کی طرف سے کیا کیا باتیں شریف مکہ تک پہونچائیں اور کیا کیا رنگ آمیزیاں کر کے شریف مکہ کو مولانا کی جانب سے بدگمان کر دیا۔

مولانا جس مکان میں مقیم تھے اُس میں حضرت مولانا کے ساتھ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جن کا تمام خاندان ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں سالہا سال سے سکونت رکھتا ہے اور مولوی حسین احمد صاحب خاص حرم نبوی میں علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں ممتاز درجہ کے علماء میں شمار کئے جاتے تھے اور مولانا کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور صرف حضرت اقدس کی خدمت و معیت کو سعادت اُخروی خیال کر کے مولانا کے ہمراہ مکہ معظمہ آگئے تھے اور مولوی وحید جو مولوی حسین احمد صاحب کے بھتیجے ہیں اور مولانا کے خادم مولوی عزیر گل صاحب بھی ہمراہ تھے۔

مکہ معظمہ کے ایک معزز اور مشہور تاجر سید احمد دوکاندار سے کوئی جلد بنوائی تھی کیونکہ اون کے یہاں جلد سازی کا کام ہوتا تھا وہ جلد بنا کر اون سوداگر

ہمراہی بھی آپکے ساتھ جا نہ سکے۔ یہیں پر ایک اور اتفاق دیکھئے کہ چودھری مولوی نصرت
حسین صاحب جو اطراف سندیلہ کے رہنے والے ایک معزز شخص ہیں اپنے خاندان
کے چند اشخاص کے ہمراہ حج کو گئے تھے حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کا ارادہ
تھا مگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین بوجہ جنگ جاری ہونے کے امن نہ تھا اس
لئے نہ جا سکے۔ اُن کے ہمراہیوں نے ہندوستان واپس آنے کا ارادہ کیا چودھری
صاحب نے فرمایا کہ میرا دل نہیں مانتا کہ میں بغیر زیارت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
ہندوستان واپس جاؤں۔ اچھا آپ لوگ ہندوستان چلے جایئے میں کچھ روز یہاں
ٹھیرتا ہوں اگر کسی طرح ممکن ہوا تو میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر شرف خاکبوسی حاصل
کرونگا اور نہیں تو کسی آئندہ جہاز میں ہندوستان آجاؤں گا۔ ان کے ہمراہی
تو ہندوستان چلے آئے اور یہ اکیلے مکہ معظمہ میں ٹھیر گئے۔ چونکہ یہ حضرت مولانا
کے خادم اور ارادتمند تھے مولانا کو یہ معلوم ہوکر کہ یہ اکیلے رہ گئے ہیں افسوس ہوا
اور فرمایا کہ اگر آپ کو کچھ تامل نہ ہو تو اپنے مکان کو چھوڑ دیجئے اور ہمارے پاس
ہی آجایئے کیونکہ تنہائی میں علاوہ پریشانی کے مصارف بھی زیادہ پڑجاوینگے۔

چودھری صاحب نے حضور کی معیت کو غنیمت خیال کر کے اپنے مکان کو چھوڑ
دیا اور حضرت مولانا کی خدمت میں آگئے۔ ابھی انہیں آئے ہوئے دو تین ہی روز
ہوئے تھے کہ مولانا کو شریف مکہ کا مذکورہ بالا حکم پہونچا اور چودھری صاحب
بھی مولانا کے ہمراہیوں میں داخل ہو کر اون کے شریک حال ہو گئے۔

جس روز مولانا کے پاس شریف مکہ کا یہ حکم پہونچا اُسی روز مکہ معظمہ میں اسکی
شہرت ہو گئی اور تمام مسلمان بے چین ہو گئے۔ مکہ معظمہ کے معزز اور سر برآوردہ

اصحاب و متعلقین شریف مکہ کے حکم سے قید ہیں۔ وفد نے کہا کہ مولانا کو کس جرم پر جناب نے

ان کا قصور بتایا جائے ورنہ اس حکم کو منسوخ کیا جائے۔ جواب ملا کہ چونکہ یہ حکم

شریف نے بدوست بھیجا ہے اور وہ خود یہاں موجود نہیں اس لئے نہ یہ

منسوخ ہو سکتا ہے نہ اس میں کوئی تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔

ارکان وفد نے عرض کیا کہ اچھا کم از کم شریف مکہ کی واپسی تک حضرت مولانا

کی روانگی ملتوی کر دی جائے شریف کے آنے پر ہم ان کی خدمت میں عرض معروض

کر لیں گے محسن بک نے باصرار تمام اس روز مولانا کی روانگی ملتوی رکھی۔ اور اتفاقات

اسی رات کو شریف مکہ بھی واپس آ گئے۔ صبح کو پھر یہ وفد شریف کے پاس گیا۔ وہ

کہا مولانا محمود حسن صاحب ایک گوشہ نشین زاہد بزرگ ہیں۔ آسمان علم کے روشن

آفتاب ہیں۔ دنیا سے بے تعلق خدا کی عبادت اور تضرع و مناجات میں مشغول

رہتے ہیں اون سے ایسا کیا قصور ہوا ہے کہ آپ اون کو جدہ کو بھیجتے ہیں

اول تو جہاں تک ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خیال اور عقیدہ ہے وہ بالکل پاک باز

اور بے گناہ ہیں۔ دوسرے اگر بالفرض اون کا کوئی جرم ہے تو اُسے ظاہر کیا جائے

اور اُن سے یہیں باضابطہ مواخذہ کر لیا جائے۔ تیسرے مسلمانوں کے ایک مقتدر

مسلم بزرگ اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے اور پالیٹکس (سیاسیات) کیا تمام دنیا

سے تعلق نہ رکھنے والے متدین عالم کے ساتھ بلا وجہ ایسی سختی کا معاملہ کرنا تمام

مسلمانوں پر بہت برا اثر ڈالے گا۔ امید ہے کہ اس حکم کو منسوخ کیا جائے گا۔

اس تمام بیان پر جواب ملا کہ مولانا کو انگریزی حکومت نے طلب کیا ہے

اور مولانا انگریزی گورنمنٹ کی ہی رعایا ہیں اسلئے ہم گورنمنٹ انگریزی کے حوالہ

کئے دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں کہا گیا کہ مکہ معظمہ کی تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں کہ کسی با اختیار مسلمان حاکم نے مکہ معظمہ سے کسی کو گرفتار کر کے کسی غیر مسلم حکومت (گورنمنٹ) کے حوالہ کیا ہو اگر آپ نے ایسا کیا تو تاریخ عرب کے اوراق میں قیامت تک حرم خدا کی توہین آپ کی طرف منسوب رہے گی۔

اس سے پہلے بہت سے لوگ سخت سے سخت جرائم کر کے عرب میں چلے جاتے تھے اور حرم میں پناہ گزین ہونے کے بعد کسی حکومت (گورنمنٹ) کو نہ طلب کرنیکی مجال تھی اور نہ کبھی عرب کی حکومت (گورنمنٹ) نے کسی حکومت (گورنمنٹ) کو اس کے مجرم حوالے کئے۔ اس وقت بھی بعض لوگ قتل کے مجرم حرم میں موجود ہیں جو انگریزی حکومت (گورنمنٹ) سے فرار ہو کر عرب میں بے خوف زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نیز یہ امر بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ اگر کسی حکومت (گورنمنٹ) کا کسی دوسری حکومت (گورنمنٹ) سے یہ معاہدہ بھی ہو کہ ایک دوسرے کے ملزم حوالہ کر دیئے جائیں تو یہ معاہدہ بھی ان الزامات تک محدود رہتا ہے جو اقتصادیات سے تعلق رکھتے ہوں سیاسی۔ پولیٹیکل الزامات اس معاہدہ کے دائرہ اثر سے باہر رہتے ہیں۔ اور مولانا سے کسی ایسے اقتصادی جرم کے سرزد ہونے کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے وہ اس گرفتاری اور حوالگی کے مستحق سمجھے جائیں۔ اس پر بھی وہی جواب ملا کہ انگریزی گورنمنٹ اپنی رعایا کے آدمی طلب کرتی ہے، اس لئے ہم نہیں روک سکتے۔ آخر ارکان وفد مایوس ہو کر باچشم گریاں واپس چلے آئے اور اسی روز شریف مکہ کی حکومت (گورنمنٹ) کی جانب سے انہی کی نگرانی میں مولانا جدہ کو روانہ

رکھے گئے اور پھر جدہ سے قاہرہ کو روانہ کر دئے گئے۔ قاہرہ سے حضرت مولانا کے ہمراہیوں کے خطوط آتے رہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے خود حضرت مولانا کا کوئی خط قاہرہ سے ہندوستان میں نہیں آیا۔

مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی وحید اور مولوی عزیر گل صاحب کے خطوط آئے جن پر سنسر کی مہر ہوتی تھی اون خطوں سے معلوم ہوا کہ مولانا اور اُن کے ہمراہی جنگی قیدیوں کے محبس میں رکھے گئے ہیں۔

کئی مہینے وہاں قید رکھکر مالٹا میں منتقل کر دیا گیا جہاں اب تک یہ مقبول جماعت اسیرانِ جنگ کی حیثیت سے مقید ہے۔ مالٹا سے حضرت مولانا کے دو تین خط ہندوستان پہونچے ہیں جن میں آپ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ اپنے بچوں۔ نواسوں۔ نواسیوں کو تسلی دلاسا دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا نے چاہا تو عنقریب ہم تم ملیں گے" سنسر کی مہر خط پر ضرور ہوتی ہے اور تاریخ روانگی سے تقریباً بیس پچیس روز اور کبھی اِس سے زیادہ عرصہ کے بعد خط پہونچتا ہے۔

یہ وہ واقعات ہیں جو مختلف ذرائع سے ہم تک پہونچے ہیں ممکن ہے کہ اِن کے اندر تاریخوں کا تعین اور ایام وغیرہ کی تعداد میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بعض واقعات کی ترتیب میں تقدم تاخر ہو گیا ہو یا کسی واقعہ کی واقعیت مشتبہ ہو لیکن اِس میں شک نہیں کہ ان واقعات کا اکثری حصہ صحیح ہے *

مولانا کی نظربندی اور ہندوستان کے مسلمان

مولانا کی گرفتاری صفر یا ربیع الاول ۳۵ھ ہجری میں ہوئی۔ بخدا یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کے حجاج واپس آچکے تھے۔ اسلئے بہت دنوں تک تو ہندوستان کے مسلمانوں کو اطلاع تک نہیں ہوئی جب قاہرہ سے مولانا کے ہمراہیوں کے خطوط آئے تو ان کے گھر والوں کو اور ان سے بعض متعلقین کو خبر ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ خبر پھیلتی گئی اور جس جس جگہ اور جن جن میں یہ خبر پہونچتی گئی وہ انگشت حیرت بدندان رہ گئے۔ اور اضطراب بے چینی پھیلتی گئی اور مسلمانوں نے آئینی حدود کے اندر مولانا کی آزادی کیلئے ہر قسم کی کوشش شروع کردی مثلاً (۱) اخباروں میں مضامین کا سلسلہ شروع ہوا اور استفسارات و استجابات و مطالبات غرض مختلف اقسام کے مضامین لکھے گئے۔ گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی۔ مولانا کے طرز عمل کے متعلق تمام مسلمانوں کا عام اعتماد و عقیدہ ظاہر کیا گیا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے حسب ذیل مسلم اخباروں نے مولانا کی نظربندی کے بارہ میں مضامین لکھے ہیں۔ صداقت کلکتہ۔ جمہور کلکتہ۔ نئی روشنی الہ آباد۔ مساوات الہ آباد۔ مشرق گورکھپور۔ ہمدم لکھنو۔ مدینہ بجنور۔ الخلیل بجنور۔ خطیب دہلی۔ البصائر

ف۱ [illegible]

(۲) وزیر ہند بہادر اور وائسرائے بہادر کی خدمت میں مولانا و دیگر نظربندان اسلام کی آزادی کے لیے ہزاروں تار بھیجے گئے۔

(۳) آنریبل سید رضا علی صاحب نے صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کی قانونی کونسل کے اجلاس میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی نظربندی کے متعلق سوال کیا۔

(۴) علماء دارالعلوم دیوبند کا ایک وفد ۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو سر جیمس مسٹن بہادر لفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ لسان الوفد مولانا شبیر احمد صاحب نے ایک تحریر پڑھی جس میں علماء دارالعلوم کی طرف سے دیوبند کے روحانی مربی کی آزادی کے لیے درخواست کی گئی تھی۔ اگرچہ یہ تحریر باوجود وعدہ اشاعت کے اب تک عام مسلمانوں کے سامنے بے نقاب نہیں ہوئی تاہم ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ انہوں نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں اور حضرت مولانا کے ہزاروں روحانی فرزندوں یعنی شاگردوں اور مریدوں کے جذبات کی صحیح صحیح ترجمانی کی ہوگی اور مسلمانوں کے اس عام اعتماد کو جو وہ حضرت مولانا کی بے گناہی کے متعلق رکھتے ہیں، صاف طور پر ظاہر کر دیا ہوگا۔

(۵) معززین حکام اور طبقہ نے سر جیمس مسٹن بہادر سے مولانا کی رہائی کے متعلق خاص طور پر درخواستیں کیں۔

مذکورہ بالا طریقے ہی وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے آئینی حدود کے اندر کسی نظربند کی رہائی کے متعلق کوشش کی جا سکتی ہے اور قوم کی آواز حکومت کے ارکان کے کانوں تک پہونچائی جا سکتی ہے۔

اور گرچہ ارکان حکومت اب تک اوس کی آزادی پر متوجہ نہیں ہوئے تاہم ہمیں اب بھی گورنمنٹ برطانیہ کی روایات آئین طرازی پر نظر ہے اور اوس کے انصاف پر بھروسہ ہے۔

تمام مسلمان بکمال یکجہتی شہنشاہ حقیقی ملک الملک رب العلمین کی پرجلال وجبروت بارگاہ میں تضرع و نیاز کیساتھ سربسجود ہوکر نہایت درد دل کے ساتھ مولانا کی بہت جلد آزادی کے لیے شب و روز دعائیں کرتے ہیں۔ اور مولائے حقیقی کے فضل و کرم سے امید رکھتے ہیں کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کی صدق افزا سوز و گداز بھری دعاؤں کو ضرور قبول فرمائے گا اور ایک دن آسمان تم دیکھو گے کہ آفتاب یعنی حضرت مولانا کے جمال پُرجلال سے مسلمانوں کی آنکھیں منور و قلوب کو مسرور فرمائے گا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز +

حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی نظربندی یا جنگی قید کے وجوہ

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں حضرت مولانا جب تک کہ ہندوستان میں رہے۔ اون کے حرکات و سکنات کے متعلق گورنمنٹ کی جانب سے کسی خاص نگہداشت کا ہمیں یا کسی کو کوئی علم نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ کوئی خاص دیکھ بھال نہیں تھی۔ جس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ مولانا

سے حج کو تشریف لے جاتے وقت کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا اور حقیقت
میں بات بھی یہی ہے کہ حضرت مولانا جن کی تمام عمر الٰہیات و اقتصادیات
کے معارف اور اعلیٰ مضامین کی تعلیم و تدریس میں گذرے۔ جو ہزاروں نفوس
انسانی کی تکمیل کا فخر اور بجا فخر کر سکتے ہیں۔ جو سیاست مدنیہ و تدبیر منزل
کے حکیمانہ و فلسفیانہ دقائق کے ماہر ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کے تعلیم فرمودہ زرین اصول من حسن اسلام المرء ترکہ ملا یعنیہ
(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید امور میں دخل نہ دے) کے
فلسفے سے بہترین واقفیت رکھتے ہیں اون کی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا
کہ وہ کسی ایسی لایعنی تحریک یا تجویز یا سازش میں حصہ لیں گے۔ جو اون کے
اعلیٰ علم و تدین و فہم و فراست تقویٰ و دیانت صدق و وفا عہد اخلاص و
امانت کے خلاف ہو۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا کی نظر بندی کا واقعہ مسلمانوں
کی نظر میں نہایت تعجب خیز اور اہم واقعہ ہے۔ اور گورنمنٹ کی جانب سے
اس عجیب و غریب نظر بندی کے وجوہ و اسباب پر کوئی روشنی بھی نہیں ڈالی
گئی۔ ہاں جب آنریبل سید رضا علی صاحب نے صوبہ متحدہ کی قانونی کونسل میں
مولانا کی نظر بندی کے متعلق سوال کیا۔ تو اون کو حسب ذیل جواب دیا گیا۔

"مولانا محمود حسن صاحب اسوقت مالٹا میں ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے
اسیران جنگ کے کیمپ میں جس کا نام فضل خاں کیمپ ہے رکھے گئے ہیں (صوبہ متحدہ)
کی گورنمنٹ کو خبر دی ہے کہ مولانا کی گرفتاری ہندوستان کے حدود کے
باہر عمل میں لائی گئی۔ کیونکہ تحریری اور دیگر اقسام کی شہادتوں سے صاف

پایا جاتا ہے کہ انہوں نے ہز مجسٹی ملک معظم کے دشمنوں کی فوجی
تجاویز میں مدد کی۔" (نقل مختصر)

یہ بات قابل غور ہے کہ مولانا کی نظر بندی کی جو وجہ اس جواب میں
بتائی گئی ہے وہ کس حد تک معقول ہے اسکے متعلق گزارش ہے کہ اول تو یہ
بات مولانا جیسے بے تعلق فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے پاکباز کے متعلق
باور کرنا بہت بعید ہے۔ جو شخص مولانا کے حالات زندگی سے ذرا بھی واقفیت
رکھتا ہے وہ اس الزام کو ذرہ برابر وقعت نہیں دے سکتا۔ کہاں مولانا
کی بے لوث زندگی اور کہاں ملک معظم کے دشمن اور کہاں فوجی تجاویز میں
مدد رسانی دوسرے یہ کہ مولانا نے اگر ایسا کیا تو کب کیا آیا ہندوستان
میں موجودگی کے وقت یا ہندوستان سے باہر جاکر۔ اگر ہندوستان میں
موجودگی کے زمانہ میں انہوں نے ایسا کیا تو اون کے سفر حجاز سے پہلے
گورنمنٹ کو اسکی اطلاع ہوئی یا نہیں۔ اگر اونکی روانگی سے پہلے گورنمنٹ
کو اسکی اطلاع ہو چکی تھی تو یہ کیا وجہ کہ ان کو ہندوستان سے باہر جانے
دیا اور جاتے وقت کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی گئی۔ اور اگر جانے سے پہلے اطلاع
نہیں ہوئی تو اون ذرائع کو وسائل خبر رسانی کے اعتبار کی کیا وجہ جنہوں نے
ایک (خدانخواستہ) باغیانہ خیال رکھنے والے کے باغیانہ خیالات پر مطلع
ہونے کے باوجود اوسکی موجودگی کے وقت حکام گورنمنٹ کو کوئی اطلاع نہیں
دی۔ اور جب وہ حدود ہندوستان سے باہر چلا گیا تو اوسکے خلاف زہر اگلنے
لگے۔ اور اگر مولانا نے ہندوستان سے باہر جاکر اس قسم کی کارروائی کی تو

اوس کے ثبوت کی کیا شکل ہے۔

تیسرے یہ کہ کونسل کے اس جواب سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مولانا کی نظر بندی اگرچہ حدود ہندوستان سے باہر ہوئی مگر ہوئی گورنمنٹ کے اشارے اور حکم سے کیونکہ اس جواب میں گرفتاری عمل میں لائے جانے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مولانا نے ملک معظم کے دشمنوں کو اون کی فوجی تجاویز میں مددی اور ظاہر ہے کہ اس الزام کے لحاظ سے مولانا گورنمنٹ انگریزی کے ملزم ہوئے نہ حکومت عرب کے اور اون کی گرفتاری بحق ملک معظم ہوئی نہ بحق شریف مکہ۔ کیونکہ اس جواب میں مولانا پر شریعت مکہ یا اونکی حکومت کے متعلق کسی جرم کے ارتکاب کا الزام نہیں بتایا گیا۔

لیکن اس جواب کے بعد جب ہم ۵ر نومبر ۱۹۱۷ء کو بجواب وفد علماء دیوبند لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہ الفاظ سنتے ہیں "میں اس مجلس میں جو کہونگا بالکل صحیح اور صاف کہونگا۔ مجھ سے میرے خاص دوستوں نے اس بارہ میں کہا لیکن میں نے اون سے یہ کہکر انکار کردیا کہ مولانا کی نظر بندی ہمارے یہاں اور ہمارے حکم سے نہیں ہوئی۔ شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی" (الخلیل ۲۴۔ فروری ۱۹۱۸ء) تو ہمارے تعجب اور حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ کیونکہ حکومت کے اعلےٰ ذمہ دار ارکان کی جانب سے یک ہی واقعہ کے متعلق ایسے مختلف اور متضاد بیانات کا ہونا ناقابل حل معما نہیں تو اور کیا ہے۔ کونسل کے جواب میں ظاہر کیا گیا کہ مولانا کی نظر بندی بحق ملک معظم ہوئی۔ اور میسٹر رٹھ کی تقریر میں درج حسب بیان

رحمیسٹن بہادر بالکل صحیح و صاف ہے ، کہ گیا کہ مولانا کی نظر بندی ہمارے حکم سے نہیں ہوئی ۔ حالانکہ بحق ملک معظم نظر بندی کا حق صرف حکومت ہند کو ہے ۔ اسکا مقتضیٰ ہے کہ انگریزی گورنمنٹوں میں سے کسی نہ کسی گورنمنٹ کے حکم سے ہوئی ہو ۔ کونسل کے جواب میں نظر بندی کی وجہ ملک معظم کے دشمن کو مدد دینا قرار دی گئی ۔ اور میسٹن کی تقریر میں کہا گیا کہ شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی ۔

کونسل کے جواب میں مولانا پر ملک معظم کے دشمنوں کو مدد دینے کا الزام بیان کیا گیا ۔ اور اس الزام کی نوعیت اور پھر مولانا کو ہندوستان سے باہر جا کر گرفتاری عمل میں لائے جانے کا مقتضا یہ ہے کہ یہ الزام مولانا پر ہندوستان کی موجودگی کے زمانے تک گورنمنٹ کے زیر نظر نہیں لایا گیا ۔ ورنہ اس الزام کے زیر نظر آنے کے بعد ان کو ہندوستان سے باہر جانے کا موقعہ دینے کے کوئی معنی نہیں ۔ لیکن لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر میسٹن کی تقریر میں اظہار کرم کے لہجہ میں فرماتے ہیں : " میں نے نہیں چاہا کہ میرے ذریعہ سے انکو تکلیف پہونچے " سوال یہ ہے کہ اگر اس حالت میں کہ مولانا پر یہ الزام نہیں تھا کسی نے انہیں تکلیف پہونچانی نہیں چاہی تھی ۔ تو انہیں خاص مولانا کے ساتھ کرم ۔ رعایا کے وہ تمام افراد جنہیں غیر ملزم ہونے کی حالت میں تکلیف نہیں پہونچائی جاتی ۔ اس انکے کرم کے زیر بار احسان ہیں ۔

اتفاقاً گر باوجود اس الزام کے انہیں تکلیف پہونچانا نہیں چاہا گیا تو پھر جس الزام کو پہلے لفٹنٹ گورنر نے مولانا کی تکلیف رسانی کے لیے کافی نہیں سمجھا

اوسی الزام کو کونسل کے جواب میں اونکی نظر بندی کا سبب کس بنا پر قرار دیا گیا۔
اِسی میمورنڈم کی تقریر میں لفٹنٹ گورنر بہادر فرماتے ہیں کہ "واقعہ یہی ہے کہ شریف نے نظر بند کر کے دیا ہے اور ہیری گورنمنٹ کا اوس سے تعلق نہیں ہے" اسپر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریف نے کیوں گرفتار کر کے نظر بند کیا اس سوال کا کوئی جواب سرکاری بیانات میں سوائے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کے ان لفظوں کے نہیں ملتا "شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی" لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کی بے چینی و اضطراب رفع کرنے کے بارے میں یہ جواب کس قدر ناکافی ہے۔ اور محض اس بنا پر کہ "وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی" ایک ایسے مذہبی مقتدا کو جنگی قید میں رکھنا اور لاکھوں وفادار مسلم رعایا کی بے چینی اور درد دل کی پروا نہ کرنا کہاں تک مآل اندیشی اور نصفت شعاری سمجھی جاسکتی ہے
پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر شریف نے مولانا کو اپنی حکومت کا مجرم قرار دے کر نظر بند کیا تھا تو اپنے یہاں کیوں نہ رکھا۔ شریف کی حکومت نے گورنمنٹ انگریزی سے جیلخانہ کا کام لینے میں آخر کیا مصلحت سمجھی۔ اور خود انگریزی گورنمنٹ نے شریف کی خاطر تمام مسلمانوں کو جو مولانا کو مقدس پاکباز اور بے گناہ سمجھتے ہیں۔ بدگمان کرنا کس لئے گوارا کیا۔
اور اگر شریف کی حکومت نے مولانا کو گورنمنٹ انگریزی کی طلب پر نظر بند کر کے اوسکے حوالے کیا ہے جیسا کہ ہم واقعات نظر بندی میں زبانی خبروں کی بنا پر لکھ چکے ہیں تو اس حالت میں لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کا بار بار یہ فرمانا

کہ مولانا کی نظربندی بلاسبب عمل میں نہیں ہوئی یہ کافی ثبوت [illegible]
نہیں ہے۔ شریف نے جو بندوں کے بارے جواب کیا ہے [illegible] کوئی بات [illegible]
ہوگی؟ طفل تسلی نہیں تو اور کیا ہے۔

جہاں تک ہمارا اور عام مسلمانوں کا تعلق ہے یہ بیان مولانا کے متعلق محض
تہمت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

رہیں وہ تحریری اور دیگر اقسام کی شہادتیں جن کا گورنمنٹ کے جواب میں
حوالہ دیا گیا ہے اون کے متعلق ہم بھی کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے
کیونکہ جب تک وہ شہادتیں پبلک کے سامنے نہ آئیں اور ہم اون کو نہ دیکھ لیں
اونہیں قابل اعتبار نہ قرار دیں۔ اور اسوقت تک قابل اطمینان نہیں ہو سکتیں۔
اگر فی الحقیقت مولانا کا منصوبہ ایسی قسم کا ہوتا جیسا کہ گورنمنٹ یا قید کرنے والوں
نے خیال کیا ہے تو ضرور تھا کہ ہندوستان میں اون کے کچھ تو ہم خیال
موجود ہوتے کیونکہ اون کے سلسلہ وار شاگردوں یا مریدوں کی تعداد اس
مقدار سے ہرگز کم نہیں لیکن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے اون کے ہزارہا
شاگردوں اور معتقدوں سے کوئی ناگوار واقعات ظہور میں نہیں آئے اور
سوائے معدودے چند اشخاص کے گورنمنٹ نے بھی ان کے ہزاروں مریدوں
اور شاگردوں سے کسی قسم کی تحقیقات نہیں کی اور جن لوگوں کے بیانات وغیرہ
بھی لئے اون کو بھی بالآخر چھوڑ دیا حالانکہ اون کے خیالات اور حالات مولانا
کے خیالات و حالات کے ہی عکس اور پرتو ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم صاف
اور کھلی ہوئی دلالتِ حال سے نتیجہ پر نہ پہونچ جائیں اور مولانا کے دامن تقدس کو

ہر قسم کے شائبہ شکوک سے پاک و صاف نہ سمجھا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر مقدس ہستی کے ساتھ جہاں بہت سے اُس کے دلدادہ اور جان نثار ہوتے ہیں وہاں بعض لوگ اُس کے دشمن اور حاسد بھی ہوتے ہیں سی طرح جہاں ذمہ دار اشخاص میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے والے محتاط بزرگ ہوتے ہیں وہیں بہت سے ناعاقبت اندیش ناتجربہ کار بھی اِس جماعت میں دیکھے جاتے ہیں جو رستی کا سانپ بنانے اور جہاں سوئی نہ جائے وہاں بجالا گھسانے کو ہی اپنا کمال اور مایۂ فخر سمجھتے ہیں۔ مولانا کے بارے میں اور نہ صرف مولانا بلکہ اکثر نظر بندوں کے بارہ میں ہمارا یہی خیال ہے کہ وہ ناعاقبت اندیشی ناتجربہ کاری حسد یا خود غرضی کا شکار ہوئے ہیں۔ اور اِسی غلط فہمی کو دور کرنے اور انصاف چاہنے کی خاطر تمام مسلمان آواز بلند کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا کی ذات پر نظر بندی کا اثر

حضرت مولانا ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں اسوقت اُنکی عمر ۶۰ - ۷۰ کے درمیانی مراحل طے کر رہی ہے اِس عمر میں مولانا کو حالت نظر بندی یا قید میں رکھنا ظاہر ہے کہ اونکی جسمانی اور روحانی حالت کو صدمۂ عظیمہ پہونچانا ہے۔ مولانا کی صحت وغیرہ حالات پر گورنمنٹ کی جانب سے کوئی روشنی نہیں ڈالی جاتی اور اِس وجہ سے کہ وہ دور دراز مسافت پر قاہرہ اور پھر مالٹا میں رکھے گئے ہیں

اون کے متعلقین کو دوسرے ذرائع سے بھی اون کی حالت معلوم کرنا مشکل ہے
مولانا کے خطوط اگرچہ آتے رہیں۔ وہ اون میں مولانا یہی تحریر فرماتے ہیں کہ
میں خیریت اور آرام سے ہوں۔ لیکن یہ اس حد میں بندگی کے نفاذ میں جو
کڑی سے کڑی مصیبت اور سخت سے سخت حالت کو بھی ظاہر نہیں کرتے اور
اپنی تمام تکالیف اور مصائب کا صبر و شکر سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور یہ قسم کی
چھوٹی بڑی تکلیف کو خدا کی طرف سے خیال فرما کر کبھی حرف شکایت زبان پر
نہیں لاتے اور نہ صرف لسان الحال بلکہ زبان قال سے بہ وقت یہی کہتے رہتے
ہیں ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

اور احکام قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ حضرت مولانا
کو یہ خیال بھی ہوگا کہ میرے بچے اور گھر والے میری تکلیف کی خبر سے بے چین
ہو جائیں گے۔

ہم لوگوں کو پہلے حالات کا تجربہ ہے کہ دولت خانہ پر تشریف رکھنے کے
زمانہ میں سخت سے سخت بیماری کی خبر بھی اپنے متعلقین و خدام کو نہ دیتے اور
نہ کسی حاضر باش کو یہ اجازت ہوتی کہ وہ کسی کو خبر دے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا کی بغل میں پھوڑا نکلا اور اس میں
شگاف کی نوبت آئی اور نہایت سخت تکلیف ہوئی آپ تو بھلا کسی کو کیوں
خبر دیتے ایک خادم نے حضور سے بغیر دریافت کئے دہلی میں آپکے خدام کو
بذریعہ خط کے اطلاع کر دی۔ خدام یہ معلوم کرکے سب بے چین ہو گئے اور ایک

جماعت بغرض عیادت دیوبند پہونچی ، آپ خلاف معمول ایک دم اس جماعت کی حاضری سے متعجب ہوئے اور فرمانے لگے کہ کس بے وقوف نے میری تکلیف کی اطلاع آپ صاحبوں کو کرکے خواہ مخواہ تکلیف دی۔

اس بنا پر گمان غالب ہے کہ اگر مقام نظر بندی میں آپ کو کوئی تکلیف بھی ہوگی تو نہ خود تحریر فرمائینگے اور نہ ہمراہیوں کو اجازت ہوگی کہ وہ لکھیں +

مولانا کے ہمراہی

حضرت مولانا کے ہمراہیوں میں مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی وحید صاحب بھی ہیں یہ دونوں مہاجرین مدینہ طیبہ میں سے ہیں اور اگرچہ مولوی وحید (جو بغرض طالب علمی ہندوستان آئے ہوئے تھے) حضرت مولانا کے ساتھ عرب کو گئے تھے ۔ مگر مولوی حسین احمد صاحب تو مدینہ طیبہ ہی میں مقیم تھے اور وہیں سے حضرت مولانا کے ہمراہ مکہ معظمہ تک محض خدمت گذاری کے خیال سے آئے تھے ۔ اور چودہری نصرت حسین صاحب تو مولانا کی روانگی جدہ سے صرف تین چار روز پہلے ہی مولانا کے مکان میں آئے تھے اور جیسا کہ آنریبل سید رضا علی صاحب کے سوال کے جواب میں مولانا کے ہمراہیوں کے طرز عمل کے خلاف کچھ کہا بھی نہیں گیا جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اون کے متعلق عمال گورنمنٹ کو بھی کوئی شکایت نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اون کو آزادی سے محروم کرکے نظر بند بلکہ قیدی کی حیثیت میں رکھا گیا ہے کیا یہ طرز عمل اور استبدادی کارروائی گورنمنٹ برطانیہ کی روایات آئین طرازی کے

ت کی تحقیق ہوئی ہے؟

اسی طرح مولوی عزیر گل بھی طالب علم تھے جو مولانا کی خدمت میں پڑھتے تھے اور ایک بالکل اُستاد وقت تحصیل علم کے شوق میں مولانا کے ہمراہ سفر حجاز اختیار کیا۔ اون کے متعلق بھی سرکار نے کھلم کھلا حکم نہیں د اور کیا ہے۔

مولانا کی صاف باطنی اور اطمینان قلب

(۱) جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے مولانا کا ارادہ کچھ دنوں جوار حرمت میں رہنے کا تھا مگر بارادہ ہجرت تشریف نہیں لے گئے تھے۔ خود مولانا نے مسٹر ڈنکن کے سوال کے جواب میں یہی فرمایا تھا کہ میں ہجرت کے ارادہ سے نہیں جاتا ہوں۔ اور یہ اُن کی صاف باطنی کی واضح دلیل ہے۔

(۲) مولانا کے ستر خطوط جو ہندوستان پہنچے ہیں ان پر سنسر کی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ ان خطوط میں حضور والا نے اپنے بچوں، عزیزوں، دوستوں و دیگر متعلقین کو تسلی دیتے ہوئے بھی برابر ظاہر فرماتے رہے ہیں کہ میں عنقریب تم لوگوں سے ملنے والا ہوں یا عنقریب خدا تعالیٰ ہمیں تمہیں خوشی کے ساتھ اکٹھا کر دے گا۔ یہ الفاظ اس امر پر کافی روشنی ڈالتے ہیں کہ مولانا کو اپنی بے گناہی کا پورا یقین اور اون کا ضمیر نتیجہ کی طرف سے بالکل مطمئن ہے اور سرکاری سنسر نے بھی حضور قدس کی ان امید آمیز عبارتوں سے تعرض نہیں کیا۔

(۳) حضرت مولانا کی تمام زندگی علوم و معارف کی تعلیم و تلقین میں گذری آپ
کی ذات ستودہ صفات اسلامی برکات کی مجسم تصویر ہے کبھی راہ حق سے ایک
بال برابر بھی آپ کا انحراف کسی نے محسوس نہیں کیا۔ آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں
مریدوں متعلقین کو وفا، عہد، ادا، امانت، اتباع حق کی تعلیم اور نصیحت فرماتے رہے
اور ان تمام امور اور اوصاف حسنہ کے لیے اپنی ذات کو عملی نمونہ بنائے ہوئے تھے۔
ان حالات پر نظر کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کہ اونکی طبیعت میں ایک لمحہ کے
لیے بھی بغاوت یا نقض عہد کا خیال گذرنے کا یقین کیا جاسکے ہاں یہ ضرور ہے
کہ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے مذہبی
اور روحانی محبت ہونی لازمی ہے اور ہر مسلمان اپنے کلمہ شریک بھائی کو
روحانی حیثیت سے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وہ مغرب بعید کا رہنے والا ہو
یا مشرق اقصیٰ کا اور یہ ایسا رشتہ اخوت ہے کہ اسکو کوئی بڑی سے بڑی
طاقت بھی توڑ نہیں سکتی۔ اس لحاظ سے اگر ایک فدائے ملت پاکباز ہستی کو
اپنے مسلمان بھائیوں سے مذہبی ہمدردی ہو خواہ وہ ترک ہوں یا مصری
ایرانی ہوں یا روسی۔ مراقش کے مسلمان ہوں یا طرابلس کے تو اس میں
کونسا سیاسی جرم ہے۔ سیاسیات کا حلقۂ اثر جدا ہے اور مذہب و
روحانیات کا جدا۔ تو پھر کیا وجہ کہ مسلمان محض اس روحانی اور مذہبی ہمدردی
رکھنے کی وجہ سے پولیٹکل مجرم قرار دئے جائیں اور اون کے ساتھ حربی قیدیوں
کا سا معاملہ کیا جائے۔ حالانکہ مسلمانوں نے ملکی قوانین کی انتہائی پابندی
کی بنا پر موجودہ جنگ کے زمانہ میں ترکوں کے ساتھ اپنی مذہبی ہمدردی

اور روحانی دلسوزی ظاہر کرنے میں بھی نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور محض اس خیال سے کہ اس وقت بے تعلقی اور روحانی تعلق کے اظہار میں غلط فہمی کا احتمال ہے اپنے جذبات کو دبایا ہے۔

آخر میں تبرکاً ہم حضرت مولانا کا ایک والا نامہ درج کرتے ہیں جس کا مطالعہ مسلمان کے لیے باعث سعادت ہوگا۔ اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں:-

حضرت مولانا کا ایک خط

حضرت اقدس کا والا نامہ جو مالٹا سے بنام جناب مولوی حکیم محمد حسن صاحب آیا تھا اس کا اقتباس حسب ذیل ہے:-

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین۔!!

ازخ سلم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکرمکم اللہ وسلم۔

کل انتظار مدید کے بعد آپ کا خط ساتویں جمادی الاول کا لکھا ہوا ہم کو ملا۔ جس میں بلا سبب کی خیریت مجمل معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ الحمد للہ! عزیز مسعود کے بعد تقریباً چھ ماہ میں آپ کا خط آیا۔ بہت غنیمت معلوم ہوا بقول شخصے:-

دل اسیران قفس تک کوئی پہونچا گلبرگ   جیسے غربت میں شفیقان وطن کا کاغذ

چند خطوط میں نے اور بعض رفقا نے اور بھی روانہ کئے ہیں۔ غالباً پہونچے ہوں گے بالجملہ ہم سب بحمد اللہ خیریت سے ہیں اور راحت سے ہیں۔ آپکو خط[1] لکھنے کے

---

[1] اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے مدت سے کوئی خط عثمان کو روانہ فرمایا ہے۔ مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے مصر لکھا ہوا کوئی خط ہندوستان نہیں پہونچا۔ اسلئے ممکن ہے کہ ان حالات میں خط لکھنے سے کسی [illegible]

پندرہ بیس روز بعد یہ ہوا کہ ہم لوگ مصر سے کچھ ترقی کر کے مالٹا آگئے ہیں۔ مسافت تو کچھ بڑھ گئی مگر تکلیف کچھ نہیں بلکہ یہاں راحت زیادہ ہے۔ الحمد للہ گو اس عرصہ میں حالات وطن سے بے خبری رہی مگر دور دراز کے وہ حالات معلوم ہوئے جو خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ آدمی جب تک زندہ ہے حرکت زمانی تو کسی وقت رُکتی نہیں مگر حرکت زمانی اور حرکت مکانی دونوں ملکر بہت سے انکشافات جدیدہ کی موجب ہوگئیں شعر ؎

ستبدی لك الایام ما کنت جاھلا
ویاتیك بالاخبار من لم تزود

ترجمہ: عنقریب زمانہ بہت سی نامعلوم باتیں تجھ پر ظاہر کر دے گا۔ اور تجھے وہ شخص خبریں دے گا جسے تو نے کوئی توشہ یا اجرت بھی نہیں دی ۱۲۔

ستعدد اسباق و دیگر مشاغل میں اچھی طرح گذر رہی ہے۔ ادھر و ترجون من اللہ ما لا یرجون کا مبارک سلسلہ بھی ایسا نہیں کہ جو کسی وقت منقطع ہو جائے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

گھر میں سب کو اور مکان میں بچوں کو سلام کہدو۔"

اس والا نامہ میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ حضرت مولانا نمبر ۲۲۱۹ تحریر فرماتے

ہیں غالبا یہ نمبر اسیری

کا ہوگا۔

حضرت مولٰنا کے ایک خادم نے اپنے دردِ دل کا اِس طرح اظہار کیا ہے

الا یا مالٹا! طوبیٰ وبشریٰ ثوی بِکِ من محا آثار کفر

اے مالٹا! تجھے مبارکباد اور خوشخبری ہو کیونکہ تیرے اندر وہ بزرگ مقیم ہے جس نے کفر کے نشان مٹا دیے

ولم تک قبلہ الا خرابا خمولا غیر معروف بخیر

اس سے پہلے (مالٹا) ایک ویرانہ اور گمنام مقام تھا جس کی کوئی بھلائی معروف و مشہور نہ تھی۔

فلما حلّها عادت ریاضا منضرة من التقویٰ وذکر

جب اس نفسِ مقدس نے اس میں نزول فرمایا تو وہ ذکر اللہ اور تقوے کا سرسبز باغ بن گیا

مکللة بازهار المزایا وازهار المزایا خیر زهر

ایسا باغ جس میں تمام اوصافِ حمیدہ کے پھول کھلے ہیں اور درحقیقت فضائل کے پھول بہترین پھول ہیں

الا یا مالٹا! کونی سلاما علیٰ محمودنا الراضی بقدر

ہاں اے مالٹا! تو ہمارے مقتدا مولانا محمود حسن پر جو خدا کے حکم پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں مجسم سلامتی بن جا

امام الخلق قد وتهم جمیعا له کرم الی الآفاق یسری

حضرت مولانا موجودہ مخلوق کے امام اور پیشوا ہیں ان کا صیتِ کرم دنیا کے کناروں تک پہنچا ہوا ہے۔

جُنَيْدُ الْعَصْرِ سِرِّيُّ الزَّمَانِ — غُيُوْثُ فُيُوْضِهٖ تَهْمِيْ وَتَجْرِيْ

اس زمانہ کے جنید اور سری سقطی آپ ہی ہیں۔ آپکے فیوض کی بارشیں برستی اور بہتی ہیں

فَرِيْدٌ فِيْ خَلَائِقِهِ الْعِذَابِ — وَحِيْدٌ فِي التُّقٰى مِنْ غَيْرِ فَخْرِ

اپنی شیریں عادات میں فرد اور تقوٰے اور پرہیزگاری میں یکتائے زمانہ ہیں

اَشَدُّ النَّاسِ اَمْثَلُهُمْ بَلَاءً ۃ فَيَا شَمْسَ الْهُدٰى يَا طُوْدَ صَبْرِ

جو شخص مخلوق میں برگزیدہ ہوتا ہے، اسپر مصائب بھی سخت ہوتی ہیں تو اے ہدایت کے آفتاب اور صبر کے ثابت قدم پہاڑ

ذَكَرْنَا يُوْسُفَ الصِّدِّيْقَ لَمَّا — اُسِرْتَ بِغَيْرِ اِسْتِحْقَاقِ صَبْرِ

ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام یاد آگئے جبکہ آپ کو بغیر اظہار کسی جرم کے قید کر لیا گیا

لِحَرِّ الْبَيْنِ فِيْ صَدْرِ الْكَئِيْبِ — تَفِيْضُ دُمُوْعُهٗ حُمْرًا كَجَمْرِ

اس غم فراق کی گرمی سے جو صاحب غمگین کے سینہ میں جاگزیں ہے اسکے آنسو انگاروں کی مانند سرخ بہتے ہیں

سَيُنْزِلُكَ الْعَزِيْزُ مَحَلَّ عِزٍّ — وَيَنْصُرُكَ النَّصِيْرُ اَعَزَّ نَصْرِ

عنقریب خدائے عزیز آپ کو مقام عزت میں جگہ دے گا۔ اور خدائے نصیر آپ کی قوی مدد فرمائیگا

سَيَكْفِيْكَ الْاِلٰهُ فَاَنْتَ مَرْءٌ — كَفَاكَ اللّٰهُ قِدْمًا كُلَّ شَرِّ

اور عنقریب خدا تعالیٰ کی مدد آپ کو کافی ہوگی۔ کیونکہ آپ وہ شخص ہیں جسے خدا نے ہمیشہ ہر قسم کے شر سے بچایا ہے